Langat Singh College, Muzaffarpur

NAAC Grade—'A'
(A Constituent unit of B.R.A. Bihar University, Muzaffarpur)

H.O.D.
PG Deptt of Urdu

Email:
lscollegeprincipal@gmail.com

Ref. No.:..........

Date 27.04.2020

B. A (Part-II) Urdu Hons

Paper - III

Topic - Masnavi & Marseya

Dr Zarina Rahman
Associate Professor
Department of Urdu
L. S. College, Muzaffarpur

Contact No - 9334940186

Contact day and time
Tue, Thus - 11 AM to 1 . P.M

Zarina Rahman

DR. ZARINA RAHMAN
Head
Department of Urdu
L. S. COLLEGE
Muzaffarpur

اردو مثنوی نگاری میں میر حسن کا مقام متعین کیجیے؟ یا مثنوی سحر البیان کے محاسن بتائیے۔

جواب: — یوں تو اردو ادب میں بہت ساری مثنویاں لکھی گئیں مگر اب تک صرف دو مثنویوں نے شہرت حاصل کیا۔ جن میں میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" کا نام پہلے لیا جاتا ہے۔ اور دیا شنکر نسیم کی مثنوی "گلزار نسیم" کا نام بعد میں۔ دونوں مثنویاں صوری اور معنوی اعتبار سے پوری اترتی ہیں۔ لیکن طرز نسیم طرز بیان میں دوش بدوش ہیں۔ بعض ناقدین کے یہاں "گلزار نسیم" اپنے اختصار اور جامعیت کے اعتبار سے زیادہ قابل توجہ ہے۔ لیکن ہم اسے فریب نظر کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کسی بھی فن پارے کا کمال اس کے اختصار میں ہرگز نہیں۔ بلکہ طرز ادا اور پیش کش میں مضمر ہے۔ اگر میر حسن کی مثنوی نے طول کھینچی ہے تو اس کی طوالت نسیم کے اختصار پر غالب ہے۔ اشعار میں تسلسل اور ربط میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" کی اہم ترین خوبی سمجھی جاتی ہے۔ اس مثنوی میں ایک فطری ربط قائم ہے۔ میر حسن کا اپنا خاص اور منفرد انداز بیان ہے۔ جو اس میدان میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ خود میر حسن اس مثنوی کی تعریف میں اس طرح کہتے ہیں ؎

نہیں ہے مثنوی ہے یہ اک پھلجھڑی
مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی۔
نئی طرز ہے اور نئی ہے ادا۔
نہیں مثنوی ہے یہ سحر البیان

مذکورہ بالا اشعار سے میر حسن نے پانچ دعوے کیے ہیں۔ جو ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

(۱) یہ مثنوی ایک پھلجھڑی ہے۔
(۲) یہ مسلسل اور مربوط ہے کہیں خلا نہیں۔
(۳) اس کا طرز تحریر نیا ہے قدامت کا کہیں شان و گمان نہیں۔
(۴) اس مثنوی کی زبان پرانی مثنویوں کی طرح ایک دم گنجلک نہیں۔
(۵) اس کے اسلوب نگارش میں تاثرات ساحرانہ ہیں۔

میر حسن کے تمام تر دعوے اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہیں۔ اکثر ناقدوں، تبصرہ نگاروں اور ممتاز شاعروں نے بھی ان کے دعوؤں کا کم و بیش اقرار کیا ہے۔ میر حسن کا پہلا دعویٰ ہے کہ ان کی مثنوی ایک پھلجھڑی ہے۔ یہ دعویٰ درست اور حق بجانب ہے۔ اس مثنوی میں تمام تذکرے اور سارے بیانات اور واقعات بڑی صفائی شستگی کے ساتھ قلم بند کیے گئے ہیں۔ اس مثنوی کو پھلجھڑی سے تشبیہ دینا مناسب ہے۔ مطالعہ سے لگتا ہے کہ تمام محاورات، اظہار و جذبات میں سوز و گداز ہے۔ مکالموں کا انداز کلام اتنا حسین اور دلکش ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بولنے والوں کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں۔

دوسرا دعویٰ ہے کہ ان کی مثنوی ایک مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی۔

حقیقت میں نگاہوں سے دیکھنے پر دعویٰ بھی اپنی جگہ پر درست ہے۔ اشعار مثنوی میں انتہائی درجہ کا تسلسل اور تناسب ہے۔ اشعار میں اس قدر ربط و سلاست ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اشعار ایک دوسرے سے زنجیر کی کڑیوں سے وابستہ ہیں۔ کہیں خلا نہیں اور نہ کہیں غیر مربوط جملے ملتے ہیں۔

تیسرا دعویٰ ملاحظہ ہو جو ان کا طرز بیان نیا اور جدید ہے۔ یہ دعویٰ بھی

اپنی حیثیت پر پورا اترتا ہے۔ اس مثنوی کے لکھے ہوئے تقریباً ڈھائی سو سال گزر گئے لیکن اس کی زبان و ادب میں آج بھی وہی تازگی و شگفتگی ہے جو ڈھائی سو سال پہلے تھی۔ طرز و ادا اور جدت پسندی میں میرحسن کا اپنا خاص طرۂ امتیاز ہے اور یہی باعث ہے کہ میرحسن کو اس کی دولت دنیائے ادب میں دائمیت کا سہرا میسر ہے۔

میرحسن کا چوتھا دعویٰ بھی درست اور صحیح مانا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی طرز و ادا پرانی طرز و ادا سے پاک اور صاف ہے۔ قدیم مثنویوں میں شاعر گنجلک اور دور از قیاس مطلب داخل شعر کرتے تھے۔ اور اس کو نادر الکلامی کا ضامن سمجھتے تھے۔ لیکن میرحسن نے اپنے دامن کو بچایا۔ غرابت اور ثقالت سے ہمیشہ پاک اور صاف رکھا۔ ان کی زبان آج بھی آسان، دلکش اور برمحل ہے۔ ان کے محاورات آج بھی عوام کی زبان پر رائج ہیں۔ قارئین کرام آج بھی اس مثنوی کی سحرالبیانی میں مسحور ہو جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس مثنوی کی یہی جادو بیانی، دلکشی اور زبان کی روانی مثنوی کو سحرالبیان بنایا۔

پانچواں دعویٰ ہے کہ اس کے طرز نگارش میں تاثیرات ساحرانہ ہے میرحسن کا۔ یہ دعویٰ حق بجانب ہے۔ اس مثنوی کے تمام اشعار بے جا تصنع اور بناوٹ سے پاک ہیں۔ تمام مثنوی میں کہیں بھی پرتکلف اشعار کی علامت نہیں ملتی۔ اس کی جادو بیانی کا یہ عالم ہے کہ قارئین کو میر شعوری طور پر خواہ مخواہ داد دینی پڑتی ہے

خفا زندگانی سے ہونے لگی
بہانے سے جا جا کے سونے لگی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا جی پہ بھر ہے منگوائیے۔

مرو تم پری پر وہ تم پر مرے
بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے
میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں
یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا
جو پانی پلایا تو پینا اسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اسے

ایجاز و اختصار بہت اچھا پیش کیا گیا ہے۔ دو چار جملوں میں واقعات کا پورا نقشہ ذہن میں آ جاتا ہے۔ بحیثیت مجموعی "سحرالبیان" میرحسن کا شاہکار ہے۔ اردو ادب میں یہ گراں قدر سرمایہ ہمیشہ زندہ اور تابندہ رہے گا اور اس کی بدولت میرحسن رہتی دنیا تک آسمانِ ادب پر ایک درخشاں ستارہ کی صورت سے چمکتے رہیں گے۔

مرزا دبیرؔ کی شاعرانہ خصوصیات (۲)

میر انیسؔ کے اعلیٰ پایہ اشعار کے مقابلے میں دبیرؔ کے پست اشعار رکھ اور تجزیہ کر

کے بعد افضلیت کا تاج میر انیسؔ کے سر پر رکھ کر مرزا دبیر کو پست درجہ کا شاعر قرار دے دیا۔ مرزا دبیرؔ کے کلام کے نقائص گناتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی نے لکھا

(۱) مرزا دبیرؔ کے یہاں الفاظ ثقیل اور گراں ہیں۔
(۲) بندش پست اور ناہموار ہوتی ہے۔
(۳) بلند مضامین ادا کرنے کے لئے مناسب الفاظ نہیں ملتے۔ اس سے ان کے یہاں تعقید ہے۔
(۴) ان کی تشبیہات و استعارات پستی بن جاتے ہیں اور ہیں محض ایک غرابی و وہم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔
(۵) ان کی شاعری میں بلاغت کا پتہ نہیں

یہ کہنے کی شاید ضرورت نہیں کہ مرزا دبیرؔ کی شاعرانہ خصوصیات یہی ہیں۔ لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ ان خصوصیات کے اظہار میں مولانا شبلی نے لغو رجحان اختیار کیا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ دبیرؔ کی شاعری میں دقیق الفاظ کی کثرت ہے۔ تشبیہات و استعارات دور از کار ہیں۔ ان میں فصاحت نہیں ملتی مگر ان کے لاکھوں اشعار ہیں۔ ایسے اشعار بھی ہیں جن میں یہ نقص نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح بعض موقع پر مرزا دبیرؔ کی جذبات نگاری میر انیسؔ سے بڑھ گئی ہے۔ اسکا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ہر مقام پر میر انیسؔ کی جذبات نگاری مرزا دبیرؔ کے مقابلہ میں کمتر درجے کی ہے۔ بلکہ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ کہیں کہیں اس فن میں مرزا دبیرؔ نے اعلیٰ ~~صلاحیو~~ صلاحیتوں کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اس موقع کا منظر دیکھیے جب حضرت امام حسین حضرت اصغر کے واسطے دشمنوں سے پانی مانگتے ہیں۔

سہمے قریب فوج کے گھبرا کے رہ گئے۔ چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے۔ چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں۔

اس بند میں جذبات نگاری کے علاوہ فصاحت و بلاغت کی ساری خوبیاں موجود ہیں اور اس کو بنیاد بنا کر کہا جا سکتا ہے کہ مرزا دبیرؔ کی شاعری میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جنکے باوصف میر انیسؔ مرزا دبیرؔ پر فضیلت رکھتے ہیں۔ مگر مولانا شبلی نے یہ صحیح لکھا ہے کہ فرق کثرت یا قلت ہی کا ہے۔ یہ خوبیاں میر انیسؔ کے اشعار میں بکثرت ملتی ہیں جبکہ مرزا دبیرؔ کی شاعری میں بہ قلت۔

اگرچہ مرزا دبیرؔ کے کلام میں دور از کار تشبیہات و استعارات ملتے ہیں مگر بعض اوقات یہ شاعری میں روح بن کر سما جاتے ہیں اور شعر کو انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس قدر بلند کہ میر انیسؔ بھی پس پشت رہ جاتے ہیں۔ ~~گرچہ~~ اگر مضمون آفر

اور تشبیہات و استعارات ملتے ہیں کہ اعلیٰ شاعری کا معیار قرار دیا جائے تو پھر افضلیت

(۳) مرزا دبیر کی شاعرانہ خصوصیات

کا تاج بلاشبہ مرزا دبیر کے سر پر رکھنا ہوگا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے ۔ رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا جگر زیر کفن کانپ رہا ہے ۔ خود عرش خداوند زمن کانپ رہا ہے
~~شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو~~
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

یہ بند موازنہ انیس و دبیر سے ماخوذ ہے۔ شبلی نے اگرچہ اس میں بھی عیب جوئی کی ہے مگر میرے خیال میں معنی آفرینی تشبیہات و استعارات اور مضمون بندی کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے گلزار بھی کھلتے ہیں۔ خود شبلی نے مرزا دبیر کے کلام میں تشبیہات و استعارات کے خاص جوہر پائے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انیس و دبیر کی شاعری میں جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتا ہے وہ مضمون بندی اور خیال آفرینی ہے۔ مولانا نے لکھا ہے۔

"میر انیس اور دبیر میں مابہ الامتیاز جو چیز ہے وہ خیال بندی اور دقت پسندی ہے۔ یہی چیز مرزا صاحب کے تاج کمال کا طرہ ہے۔ اس کچھ شبہ نہیں کہ مرزا صاحب کی قوت متخیلہ نہایت زبردست ہے ۔ وہ اس قدر دور کے استعارات اور تشبیہات ڈھونڈ کر پیدا کرتے ہیں کہ وہاں تک اکثر لوگوں کے طائر وہم پرواز نہیں کر سکتے۔"

اس اقتباس سے یہ تو ظاہر ہی ہو جاتا ہے کہ مرزا دبیر معنی آفرینی، دقت پسندی اور تشبیہات و استعارات کے لحاظ سے میر انیس پر ترجیح رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر شاعر کی خصوصیت جدا جدا ہوتی ہے۔ مرزا دبیر کی شاعری کی خصوصیات مشکل پسندی، دقت آفرینی، مضمون بندی، تشبیہات و استعارات کی ندرت ہیں۔ مرزا دبیر کی شاعری میں یہ خصوصیات بدرجہ اتم ملتی ہیں۔ اسلئے میر انیس نے مرزا دبیر کا مقابلہ و موازنہ کسی نتیجہ پر پہنچانے کے بجائے نئی بحثوں کا دروازہ کھولتا ہے۔ مرزا دبیر کا کلام اب اس درجہ پست بھی نہیں کہ ان کو اردو مرثیہ نگاری میں کوئی مقام ہی نہیں دیا جائے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ میر انیس کے ساتھ جو نام ذہن میں خود بخود ابھرتا ہے وہ مرزا دبیر کا ہے۔ اس لئے مرزا دبیر کی شاعرانہ خصوصیات کا اعتراف کیا جانا چاہئے۔ ان پر تحقیق اور تنقیدی نگاہ ڈالنی چاہئے اور میر انیس کی شاعرانہ کمالات کی بحث چھیڑ کر پس پشت ڈالنے کی فکر میں منطق و دلیل لانے کی کوشش کرنی چاہئے ۔